امام ابوحنیفہ کی مجلس فقہ

افتخار الحسن میاں

امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت علیہ رحمۃ اللہ ورضوانہ ۱۲۰ ہجری میں کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے قائم ہونے والے مدرسہ فقہ میں اپنے عظیم استاد حماد بن ابی سلیمان کے جانشین مقرر ہوئے۔ حماد سے پہلے ابراہیم نخعی یہاں تعلیم فقہ کے فرائض انجام دیتے رہے جو علقمہ نخعی کے بعد معلم مقرر ہوئے تھے۔ علقمہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جلیل القدر صحابی فطری طور پر قانون کی طرف گہرا میلان رکھتے تھے۔ قرآن وسنت سے قانونی نکتہ آفرینی اور استدلال کا انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کی اسی خصوصیت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل کوفہ کی تعلیم وتربیت کے لیے وہاں بھیجا تھا۔

کوفہ کو ایک نو آباد شہر ہونے کے باوجود جن سینکڑوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسکن ہونے کا شرف حاصل تھا، "ان میں اٹھاون ایسے صحابہ بھی تھے جو جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے"[۱]۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وجود مسعود سے اس شہر کے کوچے کوچے میں قرآن وسنت اور اسلامی اخلاق وآداب کی تربیت گاہیں قائم ہوگئیں، مگر کوفہ کی جامع مسجد ارباب ذوق کے لیے خاص مرکز نگاہ تھی جہاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مدرسۂ فقہ قائم فرمایا تھا۔

ماجاز لعذر بطل بزوالہ ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا

رفتہ رفتہ اہل علم و فضل صحابہ و تابعین دنیا سے اٹھتے جارہے تھے۔ اب تک ان حضرات کی یادداشتوں کی وجہ سے علم نبوت کی گراں مایہ میراث سینہ بہ سینہ بعد کی نسلوں کو منتقل ہوتی رہی۔ امام ابوحنیفہ کو پہلے بھی یہ احساس دامن گیر رہتا تھا کہ اگر یہ حضرات نہ رہے تو آئندہ نسلیں کہیں اپنی لاپروائی کے نتیجے میں اس میراث نبوی سے محروم نہ ہو جائیں گی۔ آپ کے جلیل القدر استاد حماد بن ابی سلیمان کی رحلت نے ان کے اس احساس میں اور بھی شدت پیدا کر دی۔ مسند استاد پر جلوہ افروز ہوتے ہی انہوں نے عزم مصمم کر لیا کہ اس فقید المثال میراث کے تحفظ اور اسے آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا اہتمام کریں گے، چنانچہ ابوحنیفہ نے قرآن وسنت سے فقہی مسائل کے استنباط اور اوران مسائل کی باب وار تدوین کی غرض سے اپنے سینکڑوں شاگردوں میں سے کچھ خاص قابلیت و مہارت کے حامل تلامذہ پر مشتمل مجلس تدوین فقہ تشکیل دی۲۔

مجلس فقہ کے ارکان کی تعداد

اس مجلس فقہ کے ارکان کی تعداد کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے سوانح نگاروں اور مؤرخین کے اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے ان کی تعداد چالیس بیان کی ہے، کچھ دس بتاتے ہیں، بعض کتابوں میں تیس ارکان کا ذکر ہے، مگر مناقب وتراجم اور تاریخ کی کسی کتاب میں پورے چالیس ارکان مجلس کے اسمائے گرامی، ان کے عہد (سنین ولادت ووفات) اور تخصصات کا احاطہ نہیں کیا گیا۔ ہم نے متعلقہ مصادر کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ یہ تعداد چالیس تک محدود نہ تھی۔

امام ابوحنیفہؒ نے ۱۲۰ ہجری میں تدوین فقہ کے پرشکوہ کام کا آغاز کیا اور ۱۵۰ھ میں ان کی رحلت تک تیس برس یہ عمل جاری رہا۔ اس دوران میں پوری اسلامی مملکت کے اطراف واکناف سے ارباب ذوق، تعلیم فقہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، ان میں سے کچھ اس مجلس کے رکن بھی بنے، تاہم اکثریت اپنے حالات کے مطابق مناسب عرصے تک اکتساب فیض

کے بعد اپنے علاقوں میں جا بسی۔ ان سینکڑوں تلامذہ میں سے کچھ ایسے تھے جو امام ابو حنیفہ کی وفات تک آپ کے حلقۂ درس سے وابستہ رہے۔ ان میں بھی کچھ خاص تلامذہ ایسے تھے جو دیگر علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہ مجلس فقہ ایسے ہی اہل علم و فضل تلامذہ پر مشتمل تھی۔ مناقب و تراجم کی کتب میں ان کی پہچان ''لزمه''، ''صحبه'' اور ''لازمه'' کے کلمات سے کرائی گئی ہے۔ تاہم ان کی تعداد تدوین فقہ کے ان تیس برسوں میں گھٹتی بڑھتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ارکان مجلس کی تعداد کے بارے میں امام ابو حنیفہ کے سوانح نگاروں کے اقوال میں اختلاف نظر آتا ہے۔

- حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) اپنی شہرہ آفاق تالیف تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہ کے پوتے اسماعیل بن حماد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: كان اصحاب ابی حنیفة عشرة [3] کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب (شرکائے مجلس) دس تھے۔ ایک اور راوی کے حوالے سے انہوں نے اسماعیل بن حماد کی یہ مشہور روایت بھی بیان کی ہے کہ انہوں نے خود امام ابو حنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اصحابنا هؤلاء ستة و ثلاثون رجلاً --- الخ [4]۔ (ہمارے یہ اصحاب چھتیس افراد ہیں)، تاہم خطیب بغدادی نے ان میں سے صرف چوبیس ارکان کے نام درج کیے ہیں [5]۔

قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی الصیمری (متوفی ۴۳۶ھ)، جن کی کتاب اخبار ابی حنیفه و اصحابه اکثر سوانح نگاروں کا ماخذ ہے، نے بھی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کی یہ دوسری روایت درج کی ہے [6]۔ شیخ محمد ابو زہرہ نے بھی اپنی کتاب ابو حنیفة: حیاته و عصره میں یہی روایت نقل کی ہے [7]۔

الامام الموفق بن احمد المکی (متوفی ۵۶۸ھ) نے اپنی کتاب مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة میں ارکان مجلس کی تعداد تیس بیان کی ہے [8]، مگر انہوں نے بارہ ارکان مجلس کے نام درج

کیے ہیں[9]۔

الکردری (م ۸۲۷ھ) نے اپنی کتاب مناقب الامام الاعظم کی دوسری جلد میں وکیع بن الجراح کی ایک روایت درج کی ہے جس میں وہ امام ابو یوسف کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ''ونحن اکثر من ثلاثین''[10] (ہم تیس سے بھی زیادہ شرکائے مجلس ہیں)۔

تاہم شبلی نعمانیؒ سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں کہ: ''امام طحاوی نے بسند متصل اسد بن فرات سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ کے تلامذہ جنہوں نے فقہ تدوین کی، چالیس تھے[11]۔ ہم نے امام طحاوی کی ''شرح معانی الاثار'' دیکھی، اس میں کل ۱۲ ارکان مجلس کے اسمائے گرامی درج ہیں[12]۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بھی مجلس فقہ کے ارکان کی تعداد چالیس بتائی ہے اور انیس ارکان کے نام درج کیے ہیں[13]۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے چالیس ارکان مجلس کے اسماء مع سنین وفات درج کیے ہیں''[14]۔ وہ اس کام کی دشواری کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کے ارکان کے نام اکثر مؤلفین نے ذکر نہیں کیے اور جن حضرات نے ذکر کیے ہیں، وہ بائیس کے عدد سے آگے نہیں بڑھے۔ ناچیز راقم کو اس امر کی تلاش میں کئی سال لگے کہ امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کے تمام ارکان کے ناموں کا احاطہ کیا جائے[15]۔

امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کے ارکان کے ناموں کی تلاش کے لیے بلاشبہ سخت جگر کاوی درکار تھی، تاہم تاریخی و علمی حقائق صدیقی صاحب کے اس بیان کی تائید نہیں کرتے کہ اس مجلس کے ارکان بس وہی چالیس افراد تھے جن کے نام مع سنین وفات انہوں نے درج کیے ہیں۔ شبلی نعمانی نے ابوالمحاسن شافعی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے نوسو اٹھارہ شخصوں (تلامذہ) کے نام بقید نام ونسب لکھے ہیں[16]۔ امام سیف الائمہ سائلی کا ایک بیان ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے نقل کیا ہے کہ ''ابو حنیفہ کے ایک ہزار شاگرد تھے''[17]۔ ان بیانات کے علاوہ ذہن بھی اس طرف جاتا ہے کہ امام ابو

حنیفہ کی تدوین فقہ کے تیس سالوں میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں طالبان علم نے ان سے کسب فیض ضرور کیا ہوگا۔ ان میں سے بعض غیر معمولی قابلیت کے حامل تلامذہ کو امام اپنی مجلس فقہ میں شامل کر لیتے ہوں گے، جبکہ اکثریت ایک خاص مدت تک امام ابوحنیفہ کے طریقۂ استدلال اور منہاج اجتہاد میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اپنے شہروں کو روانہ ہو جاتی تھی۔ جیسا کہ شیخ محمد ابوزہرہ نے بھی لکھا ہے:

لقد کان لابی حنیفة تلامیذ کثیرون منهم من کان یرحل الیه ویستمع امدًا ثم یعود الی بلده بعد ان یاخذ طریقته و منهاجه و منهم من لازمه[۱۸]۔ (امام ابوحنیفہؒ کے بہت سے شاگرد تھے۔ ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو آپ کے پاس آ کر کچھ عرصہ گزارتے، آپ کا طریقۂ استنباط سیکھتے، اسے اپنا کر واپس اپنے وطن لوٹ جاتے، اور ان میں سے کچھ نے مستقل آپ کی صحبت اختیار کر لی تھی)۔

یہ درست ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مناقب و سوانح پر مشتمل کسی ایک کتاب میں آپ کے ارکان مجلس کا جامع تذکرہ نہیں ملتا، مگر زیادہ سے زیادہ تعداد (چالیس سے بھی زیادہ) میں ارکان مجلس کے ناموں تک رسائی بہر حال ممکن ہے۔ کتب مناقب میں امام ابوحنیفہ کے سینکڑوں تلامذہ کی روایات موجود ہیں۔ ان میں سے جو مجلس فقہ کے رکن رہے، ان کی پہچان مصنفین نے "صحبه"، "لزمه" اور "لازمه" کے الفاظ سے کرائی ہے۔ اس پہچان کے بعد ان کے ارکان مجلس ہونے کی مزید تصدیق کتب تراجم سے کی جا سکتی ہے۔ ہم نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے، جبکہ دو نام ہم نے ڈاکٹر محمد میاں صدیقی کی فہرست سے لیے ہیں۔ سترہ ارکان کے سنین وفات اور ان کے بارے میں دیگر کوائف مصادر سے دستیاب نہ ہو سکے۔ آئندہ صفحات کے مطالعے سے ارکان مجلس کی غیر معمولی قابلیت اور علمی حیثیتوں سے آگاہی سے قارئین کو امام ابوحنیفہ پر حدیث سے اغماض برتنے اور عربی زبان سے کم واقفیت جیسے اعتراضات کی حقیقت کا بھی بخوبی علم ہو جائے

گا۔جس امام کے تلامذہ اس علمی مرتبے کے ہیں ،خود اس کی علمی رفعتوں کا عالم کیا ہوگا!

ا۔امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت (۸۰-۱۵۰ھ)

مجلس فقہ کے صدر نشین امام ابوحنیفہؒ صحابہ کرام کی پاکیزگی و عبادت گزاری اور علوم نبوت کے امین شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔آپ کا گھرانہ متدین و متمول تھا۔قرآن حکیم کے اس درجہ حافظ تھے کہ شروع میں ایک دن اور ایک رات میں ختم قرآن پاک کیا کرتے تھے[۱۹]۔عنفوان شباب کا زمانہ کاروباری مصروفیات میں گزرا۔کاروبار اس قدر وسیع تھا کہ اسلامی مملکت کے اکثر شہروں میں ان کے تجارتی نمائندے متعین تھے۔قیمتی کپڑوں کے اس کاروبار میں ان کا ہمسر شاید ہی اُن کا کوئی معاصر ہو۔ایک دن اچانک ممتاز محدث وفقیہ امام شعبی سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ان کی باتوں نے دل کی دنیا بدل دی۔اب ساری توجہ تحصیل علم پر مرکوز کر دیتے ہیں[۲۰]۔علم حدیث کے لیے عطاء بن ابی رباح، عاصم بن ابی النجود، علقمہ بن مرثد ،الحکم بن عتیبہ ،سلمہ بن کہیل ،ابوجعفر محمد بن علی، علی بن الاقمر، زیاد بن علاقہ ،سعید بن مسروق الثوری، عدی بن ثابت الانصاری، عطیہ بن سعید الکوفی ،ابو سفیان السعدی، عبدالکریم ابوامیہ، یحیٰی بن سعید الانصاری اور ہشام بن عروہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا[۲۱]۔

یہ امام ابوحنیفہ کے وہ نامور شیوخ حدیث ہیں جن کے اسمائے گرامی تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ رکھے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے اس سے کہیں زیادہ تعداد میں اصحابِ حدیث سے کسب فیض کیا ہوگا۔امام ابوحنیفہ نے پچپن حج کیے[۲۲]۔آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور متفقہ روایات کے مطابق آپ نے ۱۵۰ھ میں رحلت فرمائی۔یوں گویا انہوں نے پندرہ برس کی عمر سے آخر حیات تک ہر سال باقاعدگی سے حج کیا۔وہ جب حج کرنے تشریف لے جاتے ہوں گے تو یقیناً اس دوران میں حجاز مقدس میں قیام فرما سینکڑوں تابعین سے ان کی ملاقاتیں ہوتی ہوں گی۔ان ملاقاتوں میں وہ ان سے حدیث کی سماعت بھی کرتے ہوں گے۔امام کردری کا بیان ہے کہ

''اگرچہ مختلف روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے سات یا آٹھ صحابہ کرام کی زیارت کی، مگر محدثین کا اتفاق اس پر ہے کہ آپ کو چار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی، ان میں سے ایک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں''۲۳۔

چار صحابہ کرام سے ان کی ملاقات پر محدثین کا اتفاق ہے۔ یہ متفقہ روایات کثرت سے بیان ہوئی ہیں، تاہم ان میں صحابہ کرام سے روایت کے بارے میں تذکرہ نگاروں کو تردد ہے۔ ہمارا ذہن اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرامؓ سے ملاقاتیں تو کی ہوں، لیکن ان سے اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دلاویز باتیں نہ سنی ہوں۔

آپ کے شیوخ حدیث کے اسمائے گرامی اور آئندہ صفحات میں آپ کے تلامذہ میں سے حفاظ حدیث پر نظر ڈالنے سے امام ابوحنیفہؒ پر کیے جانے والے اس اعتراض کہ آپ حدیث سے زیادہ واقف نہ تھے، کی حقیقت از خود عیاں ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں آپ جب بھی سفر حج کے دوران مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو امام دار الہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے ان کی ملاقاتیں رہتیں اور ان سے باہمی استفادہ وافادہ کے مواقع پیدا ہوتے تھے۲۴۔ امام ابو یوسف جو امام ابوحنیفہ کی مجلس فقہ کے سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے تھے اور فقہ و حدیث میں بہت ممتاز مقام رکھتے تھے، ان کا بیان ہے کہ ''میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر تفسیر الحدیث کا کوئی عالم نہیں دیکھا''۲۵۔

حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے علم کے وارث شہر کوفہ کی جامع مسجد میں قائم شہرہ آفاق مدرسۂ فقہ کے معلم اور تابعی حضرت حماد بن ابی سلیمان علیہ الرحمہ کی خدمت میں ابوحنیفہ درس فقہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ ان کی قانون دانی اور قرآن و حدیث سے نکتہ آفرینی نے ابوحنیفہ کو ان کا گرویدہ بنا دیا۲۶۔ جب تک حماد زندہ رہے، یہ ان کی خدمت میں ہمیشہ حاضر ہو کر تفقہ فی الدین کی منازل طے کرتے رہے۔ حماد ۱۲۰ھ میں اپنی وفات تک درس فقہ دیتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کے رفقاء کی نگاہ انتخاب اسماعیل بن حماد کی دیگر علوم میں

دلچسپی کے باعث آپ پر پڑتی ہے۔ مسند استاد پر متمکن ہوتے ہی آپ نے اسلامی قانون کی تدوین یعنی اسے باب وار قلمبند کرنے کے پر پیچ کام کا آغاز کر دیا[۲۷]۔ جب قرآن وسنت سے استخراج مسائل کی مصروفیات بڑھیں تو قرآن حکیم جو پہلے ایک دن رات میں ختم کرنے کا معمول تھا، اب تین دن اور تین راتوں میں ختم کرنے کا معمول بنالیا[۲۸]۔ مشہور محدث وفقیہ یحیٰ بن معین کی روایت ہے کہ ''امام ابو حنیفہ رمضان المبارک میں ساٹھ بار ختم قرآن پاک کرتے تھے''[۲۹]، گویا قرآن حکیم سے امام ابو حنیفہ کو عشق تھا۔ جب وہ فقہی مسائل پر غور وفکر کرتے ہوں گے تو زیر غور مسئلہ سے متعلق تمام آیات یقیناً ان کے پیش نظر ہوتی ہوں گی۔ آج کے انا پرست دور میں بھی یہ متصور نہیں کہ کوئی شخص قرآن حکیم سے گہرا شغف رکھنے اور ممکنہ حد تک احادیث سے آگاہی کے باوجود ان سب کو چھوڑ کر محض اپنی رائے کو شرعی حکم قرار دے، تو امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں ایسی بات نوک زبان پر لانا کتنی بڑی جسارت ہے۔

امام ومحدث ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے اپنی کتاب تھذیب التھذیب میں اس حوالہ سے امام ابو حنیفہ کا اپنا مشہور قول نقل کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

آخذ بكتاب الله ، فان لم اجد فبسنة رسول الله ، فان لم اجد فبقول الصحابة؛ اخذ بقول من شئت منهم ولا اخرج على قولهم الى قول غيرهم ، فاما اذا انتهى الامر الى ابراهيم و الشعبي و ابن سيرين وعطاء ، فقوم اجتهدوا ، فاجتهد كما اجتهدوا [۳۰]۔ (میں [استخراج احکام کے لیے سب سے پہلے] کتاب اللہ سے حکم اخذ کرتا ہوں۔ تاہم جب میں اس میں (حکم) نہ پاؤں تو پھر میں سنت رسول اللہ سے حکم اخذ کرتا ہوں، اس میں مجھے حکم نہ ملے تو پھر صحابہ کے قول سے حکم اخذ کرتا ہوں۔ ان میں سے جس کا چاہوں قول لے لیتا ہوں اور ان کے قول کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے قول کی طرف نہیں نکلتا،

تاہم جب یہ معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین اور عطاء تک جا پہنچے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اجتہاد کیا، پھر میں بھی اجتہاد کرتا ہوں جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا)۔

اہل علم وفضل سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا استخراج مسائل کا یہ انداز وہی ہے جس کی تعلیم مسلمانوں کو قرآن وسنت کے سکوت کی صورت میں مشہور حدیث معاذ بن جبل[۳۱] میں دی گئی ہے۔ دیگر مجتہدین کے برعکس استخراج احکام کا یہ پرخطر کام امام ابوحنیفہ نے انفرادی و استبدادی انداز میں تنہا سرانجام نہیں دیا، بلکہ اس مقصد کے لیے آپ نے اپنے خاص الخاص تلامذہ، جو حدیث وفقہ کے ماہر ہونے کے ساتھ امام ابوحنیفہ کے فیضان صحبت کے باعث زاہد وعبادت گزار اور انتہائی متقی لوگ تھے، پر مشتمل مجلس تدوین فقہ قائم کی جو حریت فکر اور اظہار رائے میں اپنی مثال آپ ادارہ تھا۔

اس میں شک نہیں کہ تاریخ اسلام میں امام ابوحنیفہؒ ہی وہ اولین شخصیت ہیں جنہوں نے احکام شریعت کو مستنبط کرنے کے بعد انہیں باب وار مدون کیا، لیکن ہماری نظر میں اس سے بڑھ کر ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے تلامذہ کی ایسی پرشکوہ جماعت تیار کی جس نے ان کے بعد تدوین فقہ کے کام کو مزید وسعت دی اور اس میں نکھار پیدا کیا۔ ان کے یہ ارکان مجلس مختلف علوم و فنون کے امام بنے جن سے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور امام بخاری کے مشہور استاد علی بن المدینی ایسی جلیل القدر ہستیوں نے حدیث وفقہ کا اکتساب کیا۔

امام ابوحنیفہؒ کے محاسن ومناقب شمار سے باہر ہیں، کتب مناقب وتاریخ کے ہزاروں صفحات آپ کے اوصاف حمیدہ، نکتہ آفرینی، جود وسخاء اور ریاضت وعبادت کے محیر العقول واقعات سے دمک رہے ہیں۔

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

۲۔امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳-۱۸۲ھ)

امام ابو حنیفہؒ کی مجلس تدوین فقہ کی دوسری اہم شخصیت امام ابو یوسف ہیں جو آپ کے انتہائی بااعتماد اور لائق شاگرد ہونے کی وجہ سے ''اس مجلس کے سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے تھے''[۳۲]۔

آپ کوفہ کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو باوجود انتہائی شوق کے، گھریلو حالات نے اس کی اجازت نہ دی۔ کبھی کبھار امام ابو حنیفہ کی مجلس میں آ بیٹھتے، پھر ہفتوں نہ آتے۔ ایک دفعہ امام ابو حنیفہ نے اس طویل غیر حاضری کا سبب پوچھ لیا۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہ آخری سانس تک ان کی اور ان کے افراد خانہ کی مالی کفالت کرتے رہے،[۳۳] تاکہ وہ کامل یکسوئی کے ساتھ فقہ میں درک پیدا کر سکیں۔ آپ بلا کے ذہین تھے۔ ''محدثین سے درس حدیث لینے جاتے تو ایک ہی نشست میں پچاس ساٹھ احادیث یاد کر لیتے۔ اس سے آپ حفظ حدیث کے لیے مشہور ہو گئے''[۳۴]۔

آپ کے مشہور شیوخ الحدیث یہ ہیں: ''ابو اسحاق الشیبانی، سلیمان التیمی، یحییٰ بن سعید الانصاری، سلیمان الاعمش، ہشام بن عروہ، عبید اللہ بن عمر العمری، حنظلۃ بن ابی سلیمان، عطاء بن السائب، محمد بن اسحاق بن یسار، حجاج بن ارطاۃ، حسن بن دینار، لیث بن سعد اور ایوب بن عتبہ''[۳۵]

امام ابو یوسف، امام احمد بن حنبل کے حدیث میں اولین شیخ ہیں[۳۶]۔ آپ کے دیگر ممتاز تلامذہ میں امام محمد بن حسن شیبانی، یحییٰ بن معین، علی بن مسلم طوسی اور حسن بن شبیب شامل ہیں[۳۷]۔

آپ امام ابو حنیفہ کے خاص الخاص تلامذہ پر مشتمل مجلس فقہ کی دس رکنی کمیٹی کے بھی رکن تھے[۳۸]۔

آپ تاریخ اسلام کے پہلے قاضی القضاۃ تھے۔ یہ لقب آپ سے پہلے اسلام میں متعارف ہی نہ تھا[۳۹]۔

سب سے پہلے انہوں نے ہی حنفی اصول کی بنیاد پر کتب تصنیف کیں۔ شیخ ابو زہرہ کے

مطابق انہوں نے یحییٰ بن خالد کی فرمائش پر چالیس گراں قدر کتب تصنیف کیں، جبکہ ہارون الرشید کے خط کے جواب میں انہوں نے اپنی معروف کتاب کتاب الخراج تصنیف کی[40]۔امام ابو یوسف نے حنفی فقہ کو احادیث سے مدلل کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا جس سے اہل الرائے اور اہل الحدیث کے طریقوں میں بڑی حد تک مطابقت پیدا ہوگئی۔

امام ابو یوسف تصنیف و تالیف کی طرف امام ابو حنیفہ کی رحلت کے بعد متوجہ ہوئے، کیونکہ ان کی زندگی میں آپ مجلس فقہ کے سیکرٹری کے طور پر مجلس کے استنباط کردہ متفقہ مسائل قلمبند کرنے کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔لکھنے کی یہ مشق ان کے بہت کام آئی۔ان کے قاضی القضاۃ بننے سے حنفی مذہب کو بھرپور عروج حاصل ہوا جو بعد میں اسی کا مقدر ہوگیا۔

مستشرقین کے علاوہ اہل اسلام کی بعض صفوں سے یہ آواز آتی ہے کہ ابو یوسف کے قاضی القضاۃ بننے کے بعد حنفی مذہب کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہوگئی اور یوں وہ مذہب السلطان کے طور پر پوری اسلامی مملکت میں پھیلا دیا گیا!

ہماری رائے میں یہ بات اگرچہ قطعی طور پر بے اصل نہیں، تاہم اس کے بہت سے دیگر اسباب بھی تھے جن کی طرف اہل تحقیق نے زمانے کی توجہ دلائی ہے۔اس ضمن میں ایک اہم نکتے کی طرف توجہ دلانا ضروری محسوس ہوتا ہے۔

قاضی القضاۃ بننے کے ساتھ آپ کو یہ ذمہ داری بھی تفویض ہوئی کہ آپ پوری اسلامی مملکت میں قاضیوں کے تقرر کے لیے سفارشات کریں گے۔چنانچہ خلیفۂ وقت آپ کے مشورے پر دیگر قضاۃ کا تقرر عمل میں لاتا تھا[41]۔ظاہر بات ہے کہ وہ حنفی مذہب کو مقدم رکھتے تھے۔انہوں نے تمام اسلامی مراکز میں ان شخصیات کو قاضی مقرر کرنے کی سفارش کی ہوگی جو کوفہ کے مدرسۂ فقہ میں امام ابو حنیفہ اور ان کے بعد امام زفر اور خود ان سے تکمیل فقہ کر چکے تھے[42]۔قاضی القضاۃ کی عدالت کے فیصلے ماتحت عدالتوں کے لیے قانونی نظائر کا درجہ رکھتے تھے۔قاضی القضاۃ اپنی ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کی توثیق بھی کرتے تھے۔اس طرح تمام مملکت میں قاضی القضاۃ ابو یوسف کی

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

بدولت حنفی مذہب کی فقہی آراء کو عدالتی فیصلوں کا حصہ بننے کی وجہ سے ملکی قانون کا درجہ حاصل ہو گیا۔ ملک کی تمام عدالتوں میں اسی مذہب کے اصولوں کی بنیاد پر انصاف کی فراہمی سے جب لوگوں کے واقعاتی مسائل حل ہونے لگے تو عام معاشرے میں بھی حنفی مذہب کو قبولیت حاصل ہو گئی۔

اعلیٰ ترین عدلیہ کے فیصلے ماتحت عدلیہ کے لیے قانون کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس اصول کو صدر اسلام میں بھی تسلیم کیا گیا تھا، اور مشرق و مغرب کے تمام نظام ہائے قانون میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قاضی شریح کے نام ہدایت نامہ اس کی واضح شہادت دیتا ہے۔ آپؓ نے قاضی شریح کو لکھا:

اقض بما استبان لک من کتاب الله فان لم تعلم کل کتاب الله فاقض بما استبان لک من قضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فان لم تعلم کل اقضية رسول الله فاقض بما استبان لک عن الائمة المجتهدين، فان لم تعلم کل ما قضت به الائمه المجتهدون فاجتهد رایک واستشر اهل العلم والصلاح [۴۳]۔ (جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہو تو کتاب اللہ کے مطابق اس کا فیصلہ کیا کرو۔ اگر تم ساری کتاب اللہ سے بھی معلوم نہ کر سکو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں سے جو تم پر ظاہر ہو، اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور اگر تمہیں آپؐ کے تمام فیصلوں کا علم نہ ہو سکے تو ائمہ مجتہدین [مجتہد صحابہ کرامؓ] کے فیصلوں میں سے جو تمہیں معلوم ہوں، ان کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر ائمہ مجتہدین کے کیے ہوئے تمام فیصلے تمہیں معلوم نہ ہو سکیں تو پھر اپنی رائے اجتہاد سے قائم کرو اور اہل علم و صلاح سے مشورہ کر لیا کرو)۔

قاضی شریح کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ہدایت نامے کی روشنی میں ہی امام ابو یوسف نے یہ طے کیا ہوگا کہ وہ ماتحت عدلیہ کے فیصلوں کی بحیثیت قاضی القضاۃ توثیق کی ذمہ

داری بھی ادا کریں گے تا کہ اس ہدایت نامے کے مطابق فیصلے کرنے کی ماتحت عدلیہ سے پابندی کروائی جا سکے۔

امام ابو یوسف بنیادی طور پر مجتہد تھے۔ قاضی القضاۃ کی گراں بار ذمہ داری قبول کرنے سے پیشتر وہ امام ابو حنیفہ کی مجلس فقہ کے سیکرٹری رہ چکے تھے۔ اس مجلس میں جب اس دور کے اہل اسلام کو درپیش مسائل کا احاطہ کر لیا گیا تو اس کے بعد آنے والے ادوار میں مسلمانوں کو ممکنہ طور پر پیش آنے والے مسائل بھی زیر بحث آنے لگے۔ اسے فرضی فقہ کا نام بھی دیا گیا۔ بعض اوقات ان مسائل کا زمینی حقائق سے تعلق کم ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مجتہد ابو یوسف قاضی القضاۃ بنتے ہیں تو لوگوں کے مسائل زندہ حقیقت بن کر عدالت کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ یہ مسائل ان مسائل سے مختلف تھے جنہیں فرض کر کے ان کا شرعی حکم مجلس فقہ میں طے کیا گیا تھا۔ چنانچہ عدالتی تجربہ میسر آنے پر ابو یوسف بہت سے مسائل میں بحیثیت مجتہد اور قاضی القضاۃ، امام ابو حنیفہ کی فقہی آراء سے مختلف فیصلے کرتے ہیں۔ بحیثیت مجتہد ان پر اصولاً لازم تھا کہ وہ اپنے اجتہاد کے نتیجے میں جو رائے قائم کریں، فیصلے بھی اسی کے مطابق کریں، نہ کہ اپنے استاد ابو حنیفہ کی فقہی آراء کے مطابق۔ اس طرز عمل کی اصابت کا اندازہ ہمیں امام غزالی کی بیان کردہ مجتہد کی شرائط سے بھی ہوتا ہے۔ وہ مجتہد کی ایک شرط یہ بیان کرتے ہیں:

> **ان یکون عاملاً علی اجتهاده ولایجوز له ان یقلد مخالفه** [۴۴]۔ (کہ مجتہد کے لیے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل پیرا ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ (زیر بحث مسئلے میں) اپنے اجتہاد کے خلاف رائے رکھنے والے کی تقلید کرے)۔

چونکہ وہ مجتہد اور قاضی القضاۃ تھے، اس لیے اصولاً اور قانوناً ان کے مجتہدانہ عدالتی فیصلوں کے مطابق ماتحت عدالتوں میں بھی فیصلے ہونے لگے۔ یوں بعد کے ادوار میں احناف میں یہ بات عام ہوگئی کہ کسی مسئلے میں امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے، مگر فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے۔ امام

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

ابو یوسف اپنے اجتہادی فیصلوں اور فقہی آراء میں امام ابوحنیفہ کے مقرر کردہ اصولوں کی پابندی کرتے تھے، اسی لیے ان کی امام ابوحنیفہ سے مختلف فقہی آراء کو بھی حنفی مذہب کی آراء شمار کیا جاتا ہے۔

امام ابو یوسف نے اپنی کتب اور عدالتی فرائض کی بجا آوری کے دوران میں اپنے لاتعداد اجتہادات سے امام ابوحنیفہ کے مذہب فقہ کو حیات جاوداں عطا کی۔ ان کی مجتہدانہ شخصیت دراصل امام ابوحنیفہ کے فیضان نظر اور مجلس فقہ کی فقید المثال تربیت گاہ کی رہین منت ہے۔ انہوں نے اپنے شخصی اجتہادات اور مجتہد مطلق کی تمام صفات کے ہوتے ہوئے امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت ہی کو وجہ افتخار جانا۔

۳۔ امام زفر بن ہذیل بن قیس العنبری (۱۱۰-۱۵۸ھ)

کوفہ ان کا مولد ہے۔ وہ امام ابوحنیفہ کی مجلس فقہ کے اہم رکن تھے۔ قیاس واستنباط میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ امام ابوحنیفہ استخراج احکام کے دوران آپ کی آراء کو بڑی اہمیت دیتے۔ ایک موقع پر اپنے اس تلمیذ رشید کے بارے میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا "**ھو اقیس اصحابی**"[۴۵] یعنی وہ میرے اصحاب میں قیاس میں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔ ان کی شادی کے موقع پر امام ابوحنیفہ نے ان کی درخواست پر خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں اپنے اس قابل شاگرد کے بارے میں فرمایا:

> **ھذا زفر بن الھذیل امام من ائمة المسلمین و علم من اعلامھم فی شرفه وحسبه و علمه**[۴۶] (یہ زفر بن ہذیل ہیں، مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام اور اپنے شرف، حسب اور علم میں ان کے عظیم تر افراد میں سے ہیں)۔

ان کا زمانہ طالب علمی تین ادوار پر مشتمل تھا۔ پہلے دور میں انہوں نے حفظ قرآن کے بعد اس کی قراءت اور تفسیر القرآن میں مہارت حاصل کی۔ دوسرے دور میں احادیث کا علم نامور محدث تابعین سے حاصل کیا اور اس میں اس درجہ کمال حاصل کیا کہ ان کے دور کے محدثین ان

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

کے حفظ حدیث، معرفت حدیث اور فن رجال میں مہارت کی وجہ سے ان سے رہنمائی لیا کرتے تھے۔ تیسرے دور میں آپ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں فقہ کی تحصیل کے لیے حاضر ہوئے اور اس میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے وہ تبحر پیدا کیا کہ جو انہی کا حصہ تھا۔ اس کے نتیجے میں امام ابوحنیفہ نے انہیں اپنی مجلس تدوین فقہ کا رکن بنالیا۔ گویا ان کی زمانہ طالب علمی کے ادوار استخراج احکام کے لیے مصادر کی درجہ بندی کے غماز تھے۔ علوم القرآن، حفظ و معرفت حدیث، فن رجال اور علم الکلام کے علاوہ قیاس واستنباط میں ان کی حد درجہ مہارت کی وجہ سے امام ابوحنیفہ انہیں امام ابو یوسف اور امام محمد پر ترجیح دیتے تھے[۴۷]۔

امام زفر کچھ عرصہ بصرہ کے قاضی بھی رہے[۴۸]۔ اس استثناء کے علاوہ تمام عمر وہ کوفہ کے مدرسۂ فقہ سے وابستہ رہے۔ ۱۵۰ھ میں امام ابوحنیفہ کے انتقال تک وہ ان کی مجلس فقہ اور اس کی دس رکنی ایک خاص کمیٹی کے بھی رکن رہے۔ امام صاحب کی رحلت کے محض آٹھ سال بعد اڑتالیس برس کی عمر میں ۱۵۸ھ میں انتقال کر گئے۔ ان آٹھ سالوں میں وہ امام ابوحنیفہ کے جانشین کے طور پر مدرسۂ فقہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس اہم ذمہ داری کے علاوہ امام ابو یوسف اور امام محمد کی نسبت کم عمری میں موت نے انہیں تصنیف و تالیف کی مہلت نہ دی۔ تاہم قضاء و تدریس فقہ کے دوران میں انہوں نے اپنے استاد کے مکتب فقہ کو اپنے اجتہادات اور تفریعات کی بے پایاں ثروت سے مالا مال کیا[۴۹]۔

امام زفر نے بے شمار فروع کے علاوہ بعض اصول میں بھی امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا ہے[۵۰]۔ اسی وجہ سے بعض اہل علم انہیں المجتہد المنتسب کی بجائے مجتہد مطلق قرار دیتے ہیں، جبکہ ان اختلافی آراء کے بارے میں ان کا اپنا قول یہ ہے کہ "ما خالفت ابا حنیفة فی قول الا وقد کان ابو حنیفة یقول به"[۵۲]۔ یعنی میں نے کسی قول میں ابوحنیفہ کی مخالفت نہیں کی، مگر یہ کہ ابوحنیفہ بھی وہی کہا کرتے تھے۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے شاگردوں میں زہد و تقویٰ کے ساتھ ساتھ علمی اعتماد اور جرأت اظہار کے جو اوصاف پیدا کیے تھے، وہ اس مکتب فقہ کی نشوونما میں بے حد معاون ثابت ہوئے۔

۴۔ امام محمد بن حسن شیبانی (۱۳۲-۱۸۹ھ)

امام محمد واسط میں پیدا ہوئے جبکہ نشوونما کوفہ میں پائی۔ امام ابوحنیفہ کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی، اس لیے آپ کو امام صاحب سے اکتساب فیض کا موقع کم ملا۔ انہوں نے تکمیل فقہ امام ابو یوسف سے کی جو ان کے معمر رفیق مجلس تھے۵۳۔ اس دور میں غالباً ہر بچہ آغاز تعلیم، حفظ قرآن سے کرتا تھا، اس لیے سوانح نگار اس کا بطور خاص ذکر نہیں کرتے۔ انہوں نے بھی ابتداء حفظ قرآن سے کی ہوگی۔ بعد میں وہ عربی زبان وادب میں مہارت حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ عربی زبان کے لیے آپ کے استاد امام کسائی تھے جو بعد میں خود ان سے درس فقہ لیا کرتے تھے۵۴۔ ان کے دیگر شیوخ حدیث وفقہ میں مسعر بن کدام، سفیان ثوری، عمر بن ذر، مالک بن مغول، امام مالک بن انس، اوزاعی، زمعہ بن صالح اور بکیر بن عامر شامل ہیں ۵۵۔ محمد بن عمرو الواقدی اور ان کے درمیان باہمی افادہ واستفادہ کا تعلق تھا۔ وہ واقدی سے مغازی پڑھتے اور واقدی ان سے الجامع الصغیر ۵۶۔

امام صیمری، موفق، کردری، ابومحمد عبدالقادر صاحب الجواھر المضیئة اور شیخ محمد ابوزہرہ سمیت سب اہل علم وتحقیق کے مطابق امام محمد، امام ابوحنیفہ کی مجلس فقہ کے رکن تھے، مگر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو ان کے رکن مجلس ہونے میں تردد ہے۔ وہ موفق کی روایت پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اس فہرست میں شاید راوی کی بے خیالی سے امام محمد شیبانی کا نام بھی لے لیا جاتا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ امام محمد کی ولادت ہی ہوئی منصور کی خلافت کے آغاز کے وقت، اور امام ابوحنیفہ کی جب ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر مشکل

سے پندرہ سال کی تھی ۵۷۔

غالباً وہ کہنا یہ چاہتے تھے کہ امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے تکمیل فقہ نہ کی تھی بلکہ ان کی وفات کے بعد امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔ یہ ایسی بات ہے جس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، لیکن یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کے خاص شاگرد ہی نہیں، بلکہ مجلس فقہ کے رکن بھی تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو ان کے بارے میں تردد شاید اس لیے ہوا ہے کہ جب امام محمد نے تکمیل فقہ ہی نہیں کی تھی تو وہ مجلس تدوین فقہ کے رکن کیسے بن گئے۔ ہمارے ناقص خیال کے مطابق رکن مجلس بننے کے لیے صرف فقہ میں مہارت ضروری نہ تھی۔ امام محمد، امام ابو حنیفہ کی مجلس میں آنے سے پہلے قرآن حکیم اور اس کے متعلق علوم، عربی زبان و ادب اور حدیث، معرفت حدیث اور فن رجال کے علاوہ املاء میں مہارت حاصل کر چکے تھے، جبکہ تفقہ فی الدین کے لیے اللہ رب العزت نے انہیں خاص الخاص صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ آگے چل کر انہیں حنفی فقہ کی علمی ثروت میں جو اضافہ کرنا تھا، ہمارا خیال ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اسے اپنے نور بصیرت سے دیکھ لیا تھا، چنانچہ تکمیل فقہ کے لیے علوم وفنون میں مہارت اور حسن املاء کی وجہ سے انہوں نے امام محمد کی کم عمری کو نظر انداز کر کے انہیں مجلس تدوین فقہ کا رکن بنا لیا ہوگا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ راوی کی جس بے خیالی کی بنیاد پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ، موفق پر نقد کرتے ہوئے امام محمد کے رکن مجلس ہونے کا انکار کر رہے ہیں، اسی بے خیالی میں اسی پیراگراف میں وہ انہیں امام ابو حنیفہ کی مجلس فقہ کا مددگار کاتب یعنی اسسٹنٹ سیکرٹری بھی بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کی اس تدوین فقہ کی انجمن کے کاتب (سیکرٹری) کی حیثیت سے کام کیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد بھی انہوں نے تدوینی کام جاری رکھا ہو، اور اس وقت امام محمد نے بھی اس میں مدد دی ہو یا خود ابو حنیفہ کے زمانے میں نقل نویس (مددگار کاتب) رہے ہوں ۵۸۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا اقتباس ابھی نقل ہوا ہے جس میں وہ بتاتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی جب

۱۵۰ھ میں وفات ہوئی تو اس وقت امام محمد کی عمر مشکل سے پندرہ سال کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمان بھی درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ اصح روایات کے مطابق امام محمد کی ولادت ۱۳۲ھ میں ہوئی تھی، جبکہ امام ابوحنیفہ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ اس طرح امام ابوحنیفہ کی وفات کے وقت امام محمد کی عمر اٹھارہ برس بنتی ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ امام محمد نے امام ابوحنیفہ کی وفات کے محض دو سال بعد امام ابو یوسف سے تکمیل فقہ بھی کر لی تھی، جیسا کہ امام کردری کو امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے نقل کردہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے: **انہ کان لمحمد مجلس بالکوفة وھو ابن عشرین سنة** ۵۹ (امام محمد کی کوفہ میں اپنی مجلس یعنی حلقۂ درس تھا، حالانکہ اس وقت وہ محض بیس برس کے تھے)۔

ان کے تلامذہ میں مختلف علم وفنون کے ممتاز ائمہ ابوعبید القاسم بن سلام، اسماعیل بن توبہ اور علی بن مسلم الطوسی کے علاوہ شافعی مذہب کے بانی امام شافعی بھی شامل ہیں ۶۰۔ امام شافعی کو اپنے اس عظیم استاد سے شرف تلمذ پر اس قدر فخر تھا کہ امام شافعی نے ان کے بارے میں اپنی زندگی میں مختلف مواقع پر فقید المثال کلمات خیر کہے، مثلاً انہوں نے فرمایا کہ ''امام محمد جب گفتگو کر رہے ہوتے تھے تو ان کے سامع کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے'' ۶۱۔ ایک اور موقع پر انہوں نے فرمایا کہ ''میں دس سال تک ان کے حلقہ درس سے وابستہ رہا اور میں نے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ان کی گفتگوؤں کے نوٹس لیے۔ اگر وہ اپنی ذہنی رسائی اور عقلی پرواز کے مطابق گفتگو کرتے، تو ہم ان کی گفتگو نہ سمجھ پاتے، لیکن وہ ہماری عقلوں کے مطابق گفتگو کیا کرتے تھے'' ۶۲۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے تفقہ فی الدین کی منازل طے کرنے کے بعد انہیں شیخ المدینہ امام مالک بن انس سے بھی فقہ وحدیث پڑھنے کا موقع ملا۔ وہ تین سال ان کی خدمت میں

حاضر رہے۔ امام مالک سے انہوں نے موطا پڑھی اور اسے مدون کیا۔ ان کا تیار کردہ نسخہ، موطا کا اصح النسخ شمار ہوتا ہے[۶۳]۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے براہ راست فقہ حنفی روایت کی اور اس روایت میں اہل مدینہ اور اہل کوفہ کے اسالیب میں توافق پیدا کیا۔ ان کی جو تالیفات ''صغیر'' کے نام سے ہیں، ان میں ایسے مسائل ہیں جن میں وہ ابو یوسف سے متفق ہیں، تاہم ''کبیر'' کے نام سے موسوم کتب انہوں نے امام ابو یوسف کا اتفاق حاصل کرنے کے لیے انہیں پیش نہ کی تھیں[۶۴]۔

ان کی درج ذیل کتب ظاہر الروایۃ کے نام سے مشہور ہیں:

۱- المبسوط ۲- الزیادات ۳- الجامع الصغیر ۴- السیر الصغیر ۵- السیر الکبیر ۶- الجامع الکبیر - انہیں اصول بھی کہا جاتا ہے۔ ظاہر الروایت انہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی امام محمد سے روایت ثقہ و ثابت یا پھر متواتر یا مشہور ہے[۶۵]۔

اس کے علاوہ بھی ان کی درجنوں کتابیں ہیں جن کے محض ناموں کا بھی یہ مختصر مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کے جن ارکان نے ان کی زندگی میں اور اس کے بعد حنفی فقہ کی تشکیل اور اس کی نشر و اشاعت میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا اور اپنی تصانیف و تالیفات سے اسے باثروت بنایا اور اسے آنے والی نسلوں تک محفوظ طریقے سے پہنچایا، ان کا ذکر ہم قدرے تفصیل سے کر چکے ہیں۔ وقت اور مقالے کی تنگ دامانی کی وجہ سے اب ہم باقی ارکان مجلس اور ان کے تخصصات کا ذکر اختصار سے کریں گے۔ (جاری ہے)

حواشی

۱- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۸ء، ص ۱۲۶
۲- موفق بن احمد المکی (۴۸۴۔۵۶۸ھ)، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة، کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ، ج ۲، ص ۱۳۶
۳- ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (م ۴۶۳ھ)، تاریخ بغداد، بیروت، دار الکتب العلمیة، ج ۱۴، ص ۲۴۵
۴- ایضاً، ص ۲۴۷-۲۴۸
۵- ایضاً، ص ۳۲۵-۳۳۸
۶- ابوعبداللہ حسین بن علی الصیمری (م ۴۳۶ھ)، اخبار ابی حنیفة و اصحابہ، لاہور، ادارہ ترجمان السنة، ۱۹۸۲ء، ط ۳، ص ۱۵۲
۷- محمد ابوزہرة، ابو حنیفة. حیاته، و عصره، مصر، دار الفکر العربی، ۱۹۴۷م، ص ۱۹۶
۸- موفق، ج ۱، ص ۸۲
۹- ایضاً، ج ۲، ص ۱۳۲
۱۰- محمد بن محمد بن شھاب المعروف بابن البز از الکردری الحنفی (م ۸۲۷ھ)، مناقب الامام الاعظم (صحت کتاب الموفق)، ج ۲، ص ۱۳۵-۱۳۶
۱۱- شبلی نعمانی، سیرة النعمان، کراچی، ادارہ علوم شرقیہ، س-ن، ص ۲۳۸-۲۳۹
۱۲- الامام ابوجعفر احمد بن محمد ابن سلامہ الازدی الطحاوی (م ۳۲۱ھ)، شرح معانی الاثار، دہلی-المکتبة الرحیمیة، ۱۳۴۸ھ، ج ۱، ص ۳
۱۳- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۳ء، ص ۴۷-۴۸
۱۴- ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، ائمہ اربعہ کے اصول اجتہاد (غیر مطبوعہ مقالہ برائے ڈاکٹریٹ، پنجاب یونیورسٹی-لاہور)، ص ۴۴۱-۴۴۲
۱۵- ایضاً، ص ۴۴۱
۱۶- سیرة النعمان، ص ۳۴۲

☆اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام☆جب حلال و حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب ہو گا☆

۱۷- امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ص ۴۷

۱۸- ایضاً، ص ۳۶۳، و ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۱۹۷

۱۹- ابومحمد عبدالقادر بن ابی الوفاء القرشی (۶۹۶-۷۷۵ھ): الجواهر المضیئة، کراچی، میر محمد کتب خانہ، س-ن، ج ۱، ص ۲۹

۲۰- ابو حنیفه: حیاته و عصره، ص ۱۹-۲۰؛ وامام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ص ۳۶

۲۱- تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۲۴

۲۲- کردری، ج ۱، ص ۲۵۰

۲۳- ایضاً، ص ۵ و ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۷۶

۲۴- موفق، ج ۲، ص ۳۴ و ۱۶۴

۲۵- الجواهر المضیئة، ج ۱، ص ۲۸

۲۶- امام ابوحنیفہؒ کی تدوین قانون اسلامی، ص ۳۹

۲۷- ایضاً، و ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۲۶-۲۷

۲۸- ایضاً، ص ۴۶

۲۹- موفق، ج ۱، ص ۲۳۰

۳۰- الامام ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ)، تهذیب التهذیب، حیدر آباد، دکن، مطبعہ مجلس دائرة المعارف النظامیة، ۱۳۲۶ھ، ج ۱۵، ص ۴۵۱

۳۱- الامام احمد بن حنبلؒ (۱۶۴-۲۴۱ھ)، المسند (الالبانی)، بیروت، المکتب الاسلامی، ب ت، ج ۵ ص ۳۳۰ و ۳۳۵ و ابن عبدالبر، التمهید (الالبانی)، ج ۶، حدیث نمبر ۴۲۷

۳۲- خطبات بہاولپور، ص ۱۰۲

۳۳- ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۱۹۴-۱۹۵، تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۴۴-۲۴۵

۳۴- ایضاً، ص ۱۹۷

۳۵- تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۴۲

۳۶- کردری، ج ۲، ص ۱۲۵

۳۷- ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۱۹۵

البینة علی من ادعی والیمین علی من انکر ☆ گواہ لانا مدعی کے ذمہ اور قسم منکرِ دعوی کے ذمہ ہے

۳۸- تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۲۴۵

۳۹- الجواہر المضیئة، ج ۲، ص ۲۲۱

۴۰- ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۱۹۸

۴۱- عبدالحلیم الجندی، ابو حنیفة، القاہرة، دار المعارف، ب ت، ص ۱۰۴

۴۲- ایضاً ص ۱۰۵، ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۲۲۰

۴۳- ایضاً، فخر الدین محمد بن عمر بن الحسین الرازی (۵۴۴-۶۰۶ھ)، المحصول فی علم الاصول (المحقق) مؤسسة الرسالة، ط ۲، ۱۹۹۲ء، ج ۵، ص ۷۶

۴۴- ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالیؒ (م ۵۰۵ھ)، المستصفیٰ من علم الاصول، القاہرة، المکتبة التجاریة الکبری، ۱۹۳۷م، ج ۱، ص ۱۲۱

۴۵- الجواہر المضیئة، ج ۱، ص ۲۴۳

۴۶- ایضاً

۴۷- الدکتور ابو الیقظان عطیة الجبوری، الامام زفر و آراؤه الفقهیة، بیروت، دار الندوة الجدیدة، ۱۹۸۶ء، ط ۲، ج ۱، ص ۵۳

۴۸- ایضاً ص ۵۴

۴۹- ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۲۲۰

۵۰- مرجع سابق، ص ۶۲-۶۳

۵۱- الدکتور عبدالستار حامد، الامام زفر بن الهذیل: اصوله و فقهه، بغداد، وزارة الاوقاف والشؤون الدینیة، ۱۹۸۲م، ص ۲۱۵

۵۲- الجواہر المضیئة، ج ۱، ص ۲۴۳

۵۳- ایضاً ص ۲۴۲ و ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۲۰۸ و امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ص ۴۸

۵۴- کردری، ج ۲، ص ۱۵۲

۵۵- ایضاً ص ۱۴۶

۵۶- ایضاً، ۱۵۱

۵۷- امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ص ۴۸

۵۸- ایضاً

۵۹- کردری، ج ۲، ص ۱۵۰

۶۰- ایضاً ص ۱۴۶، ۱۴۷

۶۱- ابو حنیفة: حیاته و عصره، ص ۲۰۸

۶۲- کردری، ج ۲، ص ۱۵۵

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيّق ☆